

## قطعات

مرزا محمود سرحدی

شاعر کا تعارف:

مرزا محمود سرحدی اردو ادب کے نامور مزاحیہ شاعر تھے۔ انھوں نے زمانہ طالب علمی میں ہی شاعری شروع کر دی تھی۔ سنجیدہ شاعری کے مقابلے میں مزاحیہ شاعری مشکل ہوتی مگر انھوں نے اس مشکل میدان کا انتخاب کیا۔ وہ طنز و مزاح کے بے تاج بادشاہ تھے۔ مرزا محمود سرحدی معاشرے کے زندہ موضوعات کے بارے میں لکھتے تھے۔ وہ سماجی ناہمواریوں پر طنز و مزاح کی مدد سے کچھ سوال اٹھاتے ہیں جن کا جواب قاری پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کے طنز و مزاح کا انداز کبھی جارحانہ ہوتا ہے اور کبھی مشفقانہ ہوتا ہے۔ ان کے قطعات میں سیاسی اور سماجی شعور دکھائی دیتا ہے۔ ان کے قطعات مقصدیت اور حقیقت پسندی سے بھرپور ہوتے ہیں۔ ان کی شاعری میں جذبہ حب الوطنی، مذہبی میلان اور سماجی اصلاح کا پہلو ہوتا ہے۔ ان کا اسلوب بیان سادہ لیکن پرکشش اور پر اثر ہے۔ وہ سادہ اور سلیس زبان میں قاری تک اپنی بات پہنچاتے ہیں۔ ان کے کلام میں روزمرہ اور محاورات کا برمحل استعمال دکھائی دیتا ہے۔

قطعات کے اہم نکات اور طرزِ تحریر کی خصوصیات:

نصاب میں شامل مرزا محمود سرحدی کے قطعات حقیقت نگاری اور اثر انگیزی سے بھرپور ہیں۔ انھوں نے اپنے قطعات میں مادہ پرستی، منافقت، فیشن پرستی، مغربی ثقافت کا غلبہ، سفارش، بے روزگاری اور عدم مساوات جیسی سماجی برائیوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے قطعات میں حب الوطنی کی کمی کا ذکر اور اخلاقی اور سماجی اقدار کے تبدیل ہو جانے کا دکھ اور افسوس دکھائی دیتا ہے۔ انھوں نے سادہ اور آسان زبان میں اپنی بات قاری تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ ان کے قطعات پڑھ کر قاری کے ذہن میں بہت سوالات پیدا ہوتے ہیں اور وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

مادہ پرست معاشرہ:

مرزا محمود سرحدی کے قطعات میں مادہ پرست معاشرے کی بات کی گئی ہے۔ مادہ پرستی ایک بڑی معاشرتی برائی ہے۔ آج کے دور میں صرف اس انسان کی عزت ہے جس کے پاس دولت ہے۔ عزت اور شرافت کا معیار صرف دولت ہے۔ اچھے اخلاق اور کردار کی وجہ سے عزت کرنے کے بجائے لوگ اس کی عزت کرتے ہیں جو امیر ہے اور غریب کی کوئی عزت نہیں چاہے اس کا کردار اور اخلاق کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔

”تمام زر کے کرشمے ہیں آج دنیا میں شریف کوئی نہیں ہے، رذیل کوئی نہیں ہے“

رشوت اور سفارش کی لعنت:

مرزا محمود سرحدی نے اپنے قطعات میں بہت سی سماجی برائیوں پر تنقید کی ہے لیکن وہ تنقید برائے تنقید نہیں کرتے بلکہ تنقید برائے اصلاح کرتے ہیں۔ انھوں نے رشوت اور سفارش جیسی سماجی برائی کا ذکر کرتے ہوئے یہ احساس دلانے کی کوشش کی ہے کہ اس برائی کی وجہ سے معاشرے میں عدم مساوات اور نا انصافی پیدا ہوتی ہے۔ حق دار کی حق تلفی ہوتی ہے۔ رشوت اور سفارش کے ذریعے نا اہل لوگوں کو سرکاری نوکریاں مل جاتی ہیں اور قابل اور اہل لوگ صرف اخبارات کے اشتہارات پڑھتے اور انٹرویو دیتے ہیں رہ جاتے ہیں۔

”نوکری کے لیے اخبار کے اعلان نہ پڑھ جان پہچان کی باتیں ہیں، کہا مان، نہ پڑھ“

فیشن پرستی اور مغربی ثقافت کا غلبہ:

مرزا محمود سرحدی نے آج کے دور کے نوجوانوں پر بھی سخت تنقید کی ہے جو فیشن کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔ آج کے دور کے لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کی مشابہت کو فیشن سمجھ کر اپنا رہے ہیں۔ یہ سب مغربی ثقافت کا اثر اور اپنی مشرقی ثقافت کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔ آج کے نوجوان لڑکے کچھ اس طرح سے فیشن کرتے ہیں کہ انھیں دیکھ کر یہ سمجھ نہیں آتا کہ وہ لڑکیاں ہیں یا لڑکے اور ایسا ہی کچھ حال لڑکیوں کا بھی ہے۔

”کبھی تو ان کی حسینوں سے شکل ملتی ہے کبھی پناہ گزینوں سے شکل ملتی ہے“

جذبہ حب الوطنی:

مرزا محمود سرحدی ایک محب وطن انسان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے فوج میں بھی ملازمت کی تھی اور اسی وطن سے محبت کے جذبے کی وجہ سے انھوں نے اپنی شاعری میں معاشرے کے مسائل پر بات کی ہے۔ مرزا محمود سرحدی اپنے وطن پاکستان سے بہت محبت کرتے تھے اور انھیں یہ دیکھ کر بہت دکھ اور افسوس ہوتا تھا جب کوئی شخص پاکستان کو برا بھلا کہتا تھا۔ انھیں اس بات کا دکھ اور احساس بھی تھا کہ اب لوگوں میں جذبہ حب الوطنی ختم ہوتا جا رہا ہے اور اس دکھ کا اظہار انھوں نے اپنی شاعری میں بھی کیا۔ شاعر نے ایسے لوگوں کو جانوروں سے بھی بدتر کہا ہے جو اپنے ملک کے ساتھ وفادار نہیں۔ یہاں شاعر کا انداز کافی جارحانہ ہے۔

”جس کا بس چلتا نہیں بیوی پہ گھر میں آج کل باہر آکر کوستا ہے پہلے پاکستان کو“

منافقت، جھوٹ اور دھوکا:

مرزا محمود سرحدی کی شاعری مقصدیت اور حقیقت نگاری سے بھرپور ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے معاشرتی برائیوں کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے معاشرے کے لوگوں کے جھوٹ، دھوکے اور منافقت سے بھی پردہ اٹھایا ہے اور وہ اس کوشش میں کافی حد تک کامیاب بھی دکھائی دیتے ہیں۔ انھوں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ لوگوں کے ظاہر اور باطن میں بہت فرق ہوتا ہے۔ معاشرے میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو ظاہر میں ہمارے دوست، مخلص اور سیدھا راستہ دکھانے والے ہوتے ہیں لیکن اصل میں وہ ہمارے دشمن ہوتے ہیں ہمیں دھوکا دے رہے ہوتے ہیں اور ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں پر بھروسہ بھی کیا جاتا ہے اور ان کی عزت بھی کی جاتی ہے۔

قائم کچھ ایسے لوگوں کا دنیا میں ہے وقار دنیا کچھ ایسے لوگوں پہ کرتی ہے اعتبار

دکھلائیں جا کے چوروں کو جو نقب کا مقام اور مالکِ مکاں سے کہہ دیں کہ ہوشیار

سماجی اور اخلاقی اقدار کی تبدیلی:

شاعر نے اپنے کلام کے ذریعے اس بات پر بھی سخت تنقید کی ہے کہ بدلتے وقت کے ساتھ ساتھ اب لوگوں کی سوچ اور معیارات بھی بدل گئے ہیں۔ ان سماجی اور اخلاقی اقدار کی تبدیلیوں نے معاشرے کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ شاعر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا کہ معاشرے میں اس شخص کو باعزت اور شریف سمجھا جاتا تھا جس کا تعلق اچھے اور شریف خاندان سے ہوتا تھا۔ ایسے شخص کی عزت ہوتی تھی جس کا اخلاق، کردار اور عمل اچھا ہوتا تھا لیکن آج کے دور میں ان تمام خوبیوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ آج کے دور میں عزت اور شرافت کا معیار بدل چکا ہے۔ آج کے دور میں اس کی عزت ہے جس کے پاس دولت ہے۔

استاد کی عزت:

شاعر نے ہمارے معاشرے کی ایک اور برائی کا بھی ذکر کیا ہے کہ اب استاد کی عزت نہیں کی جاتی۔ پہلے استاد کا رشتہ عزت اور احترام کا رشتہ ہوتا تھا مگر اب ایسا زمانہ آگیا ہے کہ شاگرد استاد کی عزت نہیں کرتے بلکہ استاد شاگرد کی عزت کرتے ہیں۔ پہلے زمانے کے طالب علموں کو علم کی سچی طلب ہوتی تھی اس لیے وہ استاد کی عزت کرتے تھے لیکن آج کے دور میں تعلیم کا مقصد صرف ڈگریاں حاصل کر کے پیسے کمانا ہے اور دوسری طرف تعلیمی ادارے بھی کاروباری ادارے بن گئے ہیں جن کا مقصد بھی صرف دولت کمانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں اچھے ڈاکٹر، انجینیر اور وکیل تو پیدا ہو رہے ہیں لیکن اچھے انسان پیدا نہیں ہو رہے۔ پہلے کے دور میں تعلیم اور تربیت دونوں پر توجہ دی جاتی تھی لیکن آج کے جدید دور میں تربیت کی طرف کم توجہ دی جا رہی ہے۔

سادہ اسلوب یا سادگی و سلاست:

مرزا محمود سرحدی کے کلام کی سب سے نمایاں خصوصیت ان کا سادہ، دلکش اور خوبصورت اسلوب ہے۔ وہ اپنی بات سادہ اور آسان الفاظ میں قاری تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہر شخص ان بات آسانی سے سمجھ جائے۔

”جس کا بس چلتا نہیں بیوی پہ گھر میں آج کل باہر آکر کوستا ہے پہلے پاکستان کو“

روانی (Fluency):

مرزا محمود سرحدی اپنی شاعری میں سادہ اور رواں زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ وہ بڑی روانی کے ساتھ اپنے بات کرتے چلے جاتے ہیں اور قاری بھی اسی روانی کے ساتھ ان کی بات پڑھتا چلا جاتا ہے۔

”نو کری کے لیے اخبار کے اعلان نہ پڑھ جان پہچان کی باتیں ہیں، کہا مان، نہ پڑھ“

طنز و مزاح:

مرزا محمود سرحدی کے لب و لہجہ میں مزاح کے ساتھ ساتھ طنز بھی پایا جاتا ہے۔ ان کے لب و لہجہ میں جو طنز اور تلخی ہے وہ اس زمانے کے سماجی اور سیاسی حالات کی وجہ سے ہے۔ وہ طنز سے کام لے کر معاشرے میں پھیلی ہوئی اخلاقی اور سماجی برائیوں سے پردہ اٹھاتے ہیں اور قاری کو سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ انھوں نے اس تلخی اور طنز کی سختی کو کم کرنے کے لیے مزاحیہ لب و لہجہ اپنایا ہے۔ طنزیہ اور مزاحیہ شاعری میں ان کا انداز ایک ایسے جراح کی طرح ہے جو ناسور کو ختم کرنے کے لیے اسے چیر دیتا ہے اور پھر زخم پر مرہم بھی لگاتا ہے۔

”تمام زر کے کرشمے ہیں آج دنیا میں شریف کوئی نہیں ہے، رذیل کوئی نہیں ہے“

”جس کا بس چلتا نہیں بیوی پہ گھر میں آج کل باہر آکر کوستا ہے پہلے پاکستان کو“

مقصدیت:

ان کی شاعری میں بھرپور مقصدیت ہوتی ہے۔ ان کا مقصد صرف طنز و مزاح نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی شاعری کو با مقصد بنانے کے لیے معاشرے کی مسائل کو بیان کرتے ہیں۔ وہ نہ ہی کسی کا مذاق اڑانا چاہتے ہیں اور نہ ہی تنقید برائے تنقید کرتے ہیں۔ وہ اس لیے تنقید کرتے ہیں تاکہ لوگوں میں احساس پیدا ہو اور معاشرے کی اصلاح ہو سکے۔ وہ اپنی شاعری کے ذریعے معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔

روزمرہ اور محاورہ کا استعمال:

مرزا محمود سرحدی اپنی شاعری میں روزمرہ اور محاورہ کا بر محل استعمال کر کے اسے چار چاند لگا دیتے ہیں۔ وہ کبھی عام بول چال کے الفاظ کا استعمال کرتے ہیں اور کبھی محاورات کا استعمال کرتے ہیں لیکن ان کی شاعری میں محاورات کی کثرت نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل شعر میں انھوں نے محاورہ ’بس چلنا‘ کا استعمال کیا ہے۔

”جس کا بس چلتا نہیں بیوی پہ گھر میں آج کل باہر آکر کوستا ہے پہلے پاکستان کو“

اس کے علاوہ ’کہا ماننا‘ بھی ایک محاورہ ہے جس کا مطلب ہے جو کچھ کہا گیا ہے اس پر عمل کرنا۔

”نو کری کے لیے اخبار کے اعلان نہ پڑھ جان پہچان کی باتیں ہیں، کہا مان، نہ پڑھ“

اس کے علاوہ انھوں نے ایک ضرب المثل کو بھی بیان کیا ہے؛

”چور سے کہو کہ چوری کرے اور شاہ سے کہو کہ جاگتے رہو۔“